مولانا الطاف الرحمٰن بنوی

آہ! حضرت باچا صاحبؒ کی وفات

برادرم مکرم سید نثار صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ آضاخیل ''دارالعلوم حقانیہ میں میرے شریک رہے ہیں مولانا فضل مولا صاحبؒ کے درسِ مطول شراکت کی خوب یاد ہے۔ ویسے تو وہ اپنی شرافت اور خوش مزاجی کی بدولت ہم مکتب تمام طالب علم ساتھیوں کے ساتھ قرب ومحبت کا علاقہ رکھتے تھے لیکن اس گنہگار کے ساتھ ذہنی رابطہ سے بڑھ کر عملی رابطہ بھی استوار تھا جس کا عملی ثبوت یہ تھا کہ میں کبھی کبھار اُن کے ساتھ اُن کے گاؤں آضاخیل بھی آیا جایا کرتا تھا اور اسی آمدورفت میں ان کے بڑے بھائی مولانا رحیم اللہ صاحب اور چھوٹے بھائی فرمان اللہ صاحب سے بھی نہ صرف تعارف بلکہ نیازمندانہ تعلق بھی پیدا ہوا۔ جو لوگ اس خاندان کو قریب سے جانتے ہیں اُن سب کے دلوں میں ان تینوں بھائیوں کے پُر خلوص رویوں، مہمان نوازی اور فیاضی کا نقش خاصا مستحکم ہے۔ مجھے اپنی اس خوش قسمتی پر نہ صرف خوشی بلکہ ایک گونہ فخر ہے کہ اُس زمانے سے لے کر آج تک نہ صرف یہ تعلق قائم بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہوتا آیا ہے۔ کم وبیش اس پینتالیس سالہ رفاقت میں اب تک کوئی رخنہ واقع نہیں ہوا اور دُعا ہے کہ آئندہ بھی تاحیات یہ سلسلہ جاری رہے۔

مجھے یاد ہے کہ برادر محترم سید نثار صاحب راولپنڈی صدر میں قاری سعید الرحمٰن کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں استاد تھے۔ میں ان سے ملنے اُن کے پاس آیا تھا انہوں نے کہا کہ کوئی آدمی ہے جو مدرسہ بنانے کے لئے کچھ زمین عطیہ دے رہا ہے کیا کروں میں نے عرض کیا کہ باچا صاحب! قرآن وحدیث کی درس وتدریس ہمارا زندگی بھر کا مشغلہ ہے اگر کوئی ازخود پیشکش کررہا ہے تو مدرسہ بنانے میں کیا حرج ہے آئے روز کی تبدیلیوں سے یکسوئی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتی اس پس منظر میں اپنا مدرسہ بساغنیمت ہے بہرحال آضاخیل میں ایک مدرسہ مقدر تھا، سو وہ بنا، اور آج اُس کا فیض روزِ روشن کی طرح عیاں ونمایاں ہے۔

مدرسہ بننے سے پہلے بھی یہ خاندان اپنے آس پاس میں رسوخ کے حوالے سے اچھی شہرت کا حامل تھا لیکن مدرسہ بننے کے بعد اس میں خاطر خواہ اضافہ ہوا جس قدر وقیمت کا اندازہ ''مشر باچا صاحب'' کے جنازے میں لوگوں کی غیر معمولی کثرت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

چونکہ میرا بھی علمی سلسلے کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق ہے اور اسی حوالے سے اہلِ علم کے ساتھ میل ملاپ، آمدورفت اور ہم نشینی کے مواقع ملتے رہتے ہیں۔ دوسرے انسانوں کی طرح علماء کرام میں بھی مزاجوں اور وضع قطع کا فرق وتفاوت امرطبعی ہے کسی میں کوئی صفت بہت واضح اور ممتاز ہوتی ہے اور کسی دوسرے میں کوئی دوسری صفت زیادہ نمایاں وعیاں ہوتی ہے۔ مجھے مولانا رحیم اللہ صاحب میں عاجزی وانکساری کی صفت اس درجے میں محسوس

ہوتی تھی کہ کسی دوسرے میں میرے مشاہدے میں کہیں نہیں آئی تھی۔ میں نے اُن کو بارہا مہمانوں اور خاص کر علماء کی جوتیاں سیدھی کرتے دیکھا میں نے عمر بھر تواضع کا یہ منظر کہیں نہیں دیکھا یہی وجہ ہے کہ میں عام طور پر آضاخیل کے پاس سے کبھی کہیں گزرتا تو باچا صاحب کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا اور اُن کی شفقتوں اور دُعاؤں سے بہت سکون حاصل ہوجاتا تھا۔ مولانا رحیم اللہ صاحب (باچا صاحب) کی سخاوت اور فیاضی بھی بہت مشہور تھی اپنے جیب میں قسماقسم کے پاکستانی نوٹ رکھتے اور ہر کسی کو اُس کے علمی مقام ومرتبے کے موافق کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے۔ میں نے کئی لوگوں کو ان کے عطا کردہ نوٹ کو شیشے کے فریم میں بند کرتے سُنا ہے، اور یار لوگوں میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ یہ نوٹ دوسرے نوٹوں کو کھینچ لاتے ہیں۔

بیماری سے پہلے جب بھی مدرسے آتا مدرسے کی مسجد، درسگاہوں اور خاص کر لنگر خانے میں لے جاتے اور زمین سے مٹی اٹھا کر میرے ہاتھ میں دیتے اور فرماتے کہ بسم اللہ شُف کرکے اسے مدرسے میں اُڑ کر بکھیر دو ،تاکہ برکت آوے۔ (اس عمل سے ہمیں بھی اپنی بزرگی کا اچھا خاصا گھمنڈ پیدا ہوجاتا کہ ماشاء اللہ باچا صاحب جیسے قلندر ہمیں کچھ سمجھتا ہے تبھی تو یہ عمل کرواتا ہے لیکن) یہ عمل باچا صاحب کم وبیش ہر چھوٹے بڑے مولوی صاحب سے کرواتے اور اُس خوش فہمیوں میں اچھا خاصا اضافہ فرماتے۔

میں نے کبھی اُن کو غصے یا طلبہ وخدام کو ڈانتے نہیں دیکھا اور نہ سنا۔ اُن کی فقیری اور قلندری مسلم تھی۔ دور دور تک احباب ومتعلقین کی غمی خوشی میں شریک ہوتے اور علماء کی عزت افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ میں جب بھی اُن کے پاس گیا طلبہ وخدام کے ایک ہجوم میں پایا کوئی اُن کے ہاتھ دباتا اور کوئی پیر مجھے اُن کے عاجزانہ اور کریمانہ اخلاق وانداز پر بہت رشک آتا اور بار بار ذہن میں یہ خیال گزرتا کہ کون احمق ہے جو کہتا ہے کہ علماء کی قدر نہیں اور زمانہ خراب ہوچکا ہے کوئی اپنے رویوں اور بود وباش میں علم کی جھلک تو دکھا دے پھر دیکھے کہ زمانہ قدر کرتا ہے کہ نہیں؟ افسوس ہے اُن لوگوں پر جو عملی اخلاق سے تہی دامن ہیں اور بلاوجہ زمانے کو کوستے رہتے ہیں۔ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یہ واقعی طور پر اپنے لوازمات کے ساتھ موجود ہو تو کوئی بھی اس کی بے توقیری کرنے کا یارا اور حوصلہ نہیں پاتا۔ اللہ تعالیٰ علماء کو علم کے ساتھ ساتھ اچھے اخلاق اور خلوص وللّٰہیت کی دولت سے نوازے تو اہل دینا مجبور ہوکر خود بخود ان کے پاؤں پر گریں گے۔

باچا صاحب آخری عمر میں ضعف کیساتھ ساتھ بینائی سے بھی محروم ہوگئے تھے لیکن اسکے باوجود خدام کے جھرمٹ میں تمام تعلقات کو بحسن وخوبی نبھاتے تھے۔ وہ اپنے خاندان اور مدرسے کا ایک مضبوط سہارا تھے دعا ہے اللہ تعالیٰ دونوں کو اسکا بہترین نعم البدل عطا فرماوے۔ امید ہے اُن کے برادر خورد مولانا سید نثار اللہ، اُن کے سب برخورداران بالخصوص مولانا منیب اللہ صاحب اور اُنکے لائق فائق بھتیجے مولانا انوار اللہ صاحب اس خاندان اور مدرسے کی شاندار روایات کو قائم رکھنے میں آخری حد تک سعی وکوشش کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ اُنکا حامی ومددگار ہو۔ آمین